سُورَةُ الـفِيل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مبارک سال میں یمن کے متعصب عیسائی حکمران ابرہہ نے چاہا کہ کسی طرح لوگوں کی عقیدت ومحبت خانۂ کعبہ سے ختم ہو جائے اور وہ زیارت وحج کے لیے وہاں جانے کے بجائے یمن کے دارالحکومت صنعا میں آیا کریں، اس غرض سے اس نے وہاں ایک شاندار فلک بوس گرجا گھر کی عمارت تعمیر کروائی، اسے سونے چاندی اور عجیب وغریب ہیرے جواہرات سے مرصع کروایا اور دور دور تک اعلان کروا دیا کہ لوگ حج کے موسم میں بیت اللہ کا رخ کرنے کے بجائے صنعا میں گرجا گھر کی زیارت کو آئیں۔ اہل عرب میں اگرچہ بت پرستی غالب آچکی تھی مگر دین ابراہیم اور کعبہ کی عظمت ومحبت ان کے دلوں میں رچی بسی تھی، یہ اعلان سن کر ان میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، اور کسی شخص نے راہ پا کر اس گرجا گھر میں غلاظت پھینک دی۔ جب ابرہہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو وہ بڑا لال پیلا ہوا، ادھر شیطان نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ لوگوں کا تعلق بیت اللہ سے ختم کرنے کے لیے (نعوذُ باللہ) کعبہ کو نیست ونابود کرنا ضروری ہوگا۔ ابرہہ کی حکومت حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے ماتحت تھی، اس نے خانہ کعبہ پر حملے کا ارادہ کرلیا اور اسی فوجی مہم کے سلسلے میں حبشہ کی حکومت سے مدد طلب کی تو اسے بطور خاص ہاتھیوں کا ایک دستہ بھیجا گیا۔

ابرہہ کوئی ساٹھ ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا جس کا ہراول دستہ ہاتھیوں پر مشتمل تھا۔ اس کا خیال تھا کہ قریش مکہ اس پُرشکوہ لشکر کو دیکھتے ہی شہر خالی کر دیں گے اور وہ آسانی سے خانہ کعبہ کو توڑ پھوڑ ڈالے گا، شہر سے کوئی دو چار میل کے فاصلے پر اس نے پڑاؤ ڈالا، وہاں اونٹوں کی چراگاہ تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدّ امجد عبدالمطلب کے دو سو اونٹ چر رہے

تھے اس نے ان پر قبضہ کرلیا اور ایک سفیر کے ذریعے قریش مکہ کو پیغام بھیجا کہ ”میرا مقصد تم سے جنگ کرنا نہیں بلکہ صرف کعبہ کو ڈھانا ہے، لہٰذا تمہارا بھلا اسی بات میں ہے کہ شہر خالی کردو۔“ رئیس شہر عبدالمطلب نے جب یہ بات سنی تو جواب میں کہا، ”یہ اللہ کا گھر ہے جسے اس کے خلیل ابراہیم نے تعمیر کیا تھا، اسے ڈھانے کی کوشش کرنا اللہ سے لڑائی مول لینا ہے، اس لیے تمہارے حاکم کو ہمارا نیک مشورہ یہی ہے کہ اپنے ارادے سے باز رہے اور واپس چلا جائے تاہم وہ سفیر عبدالمطلب کو اپنے ساتھ ابرہہ کے پاس لایا اور ابرہہ نے وہی بات دہرائی جو سفیر نے عبدالمطلب سے کہی تھی اور عبدالمطلب نے ایسا جواب دیا جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور جسے تاریخ نے ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلیا۔ ”اِنِّیْ اَنَا رَبُّ الْاِبِلِ وَ اِنَّ لِلْبَیْتِ رَبًّا سَیَمْنَعُهٗ“ میری ملکیت کی چیز تو بس میرے یہ اونٹ ہیں (اس لیے میں نے ان ہی کے بارے میں تم سے مطالبہ کیا) رہا کعبہ تو اس کا جو مالک ہے وہ خود ہی اس کی حفاظت کرے گا۔

اس کے بعد ابرہہ نے لشکر کو مکہ کی طرف بڑھنے کا حکم دے دیا، ادھر وہ بیت اللہ کی طرف بڑھنے لگا اُدھر اللہ کا حکم بھی آ گیا، پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں میں نوکدار کنکریاں لیے ہوئے آئے اور اس لشکر پر برسانے لگے، جس کسی کو یہ کنکر لگ جاتا، اس کے لیے موت کا سامان ثابت ہوتا، ان پرندوں کی ایسی یلغار تھی کہ آناً فاناً وہ تمام کا تمام لشکر بھوسے بلکہ کھائے ہوئے بھوسے کی طرح ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور قوت کا پتہ دینے لگا۔

سُورَةُ الْـفِيُل

آیات:۹ رکوع:۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ(۱) اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَھُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ(۲) وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡھِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ(۳) تَرۡمِیۡھِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ(۴) فَجَعَلَھُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ(۵)﴾

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا، کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور اس نے ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے جو ان پر (نوکدار) کنکریاں برساتے تھے، پھر اللہ نے انہیں کھائے ہوئے بھس کی مانند بنا دیا

﴿اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ﴾

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

اَلَمۡ کیا نہیں، اَ کیا، ہمزۂ استفہام، لَمۡ نہیں، حرف نفی و جزم، تَرَ دیکھا آپ نے، فعل مضارع واحد مذکر حاضر (رَاٰی، یَرٰی، رُؤیَۃً) دیکھنا، کَیۡفَ کیسے، اسم استفہام، فَعَلَ سلوک کیا، ماضی واحد مذکر غائب (فَعَلَ، یَفۡعَلُ، فِعۡلًا) سلوک کرنا، معاملہ کرنا، رَبُّکَ (رَبُّ.کَ) رب، آپ کے (نے) 'ک' ضمیر واحد مذکر مخاطب، بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ہاتھی والوں کے ساتھ، 'ب' حرف جار، اَصۡحَابٌ کا مفرد صَاحِبٌ ہے، فِیۡل، ہاتھی۔

سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

’’خطاب بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر اصل مخاطب نہ صرف قریش بلکہ عرب کے عام لوگ ہیں جو اس سارے قصے سے خوب واقف تھے، قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر اَلَمْ تر (کیا تو نے نہیں دیکھا) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور اس سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ عام لوگوں کو مخاطب کرنا ہے (مثال کے طور پر آیات ملاحظہ ہوں، ابراہیم آیت:۱۹، الحج آیت: ۱۸، ۶۵، النور آیت: ۴۳، لقمان، آیت ۲۹، ۳۱، فاطر آیت: ۲۷، الزمر آیت ۱۲) پھر (تو) دیکھنے کا لفظ اس مقام پر اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ مکہ اور اطراف مکہ اور عرب کے ایک وسیع علاقے میں مکہ سے یمن تک ایسے بہت سے لوگ اس وقت زندہ موجود تھے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اصحاب الفیل (ہاتھی والوں) کی تباہی کا واقعہ دیکھا تھا، کیونکہ اس واقعہ کو گزرے ہوئے چالیس پینتالیس سال سے زیادہ زمانہ نہیں ہوا تھا اور سارا عرب ہی اس کی ایسی متواتر خبریں دیکھنے والوں سے سن چکا تھا کہ یہ واقعہ لوگوں کے لیے آنکھوں دیکھے واقعہ کی طرح یقینی تھا نیز یہاں اللہ تعالیٰ نے کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہیں کی کہ یہ ہاتھی والے کون تھے، کہاں سے آئے تھے اور کس غرض کے لیے آئے تھے، یہ باتیں سب کو معلوم تھیں۔‘‘ (تفہیم القرآن، ج:۶)

﴿اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ﴾ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟

اَ کیا، کلمہ استفہام، لَمْ نہیں، حرف نفی و جزم (بعد والے حرف کو جزم دیتا ہے)، یَجْعَلْ بنایا (جَعَلَ، یَجْعَلُ، جَعْلًا) بنانا، کَیْدَھُمْ (کَیْدَ. ھُمْ) مکر، ان کا، ھُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب ’اَصْحَابُ الْفِیْل‘ کی طرف جاتی ہے، فِیْ تَضْلِیْلٍ رائیگاں، برباد۔

محمد جمال الدین القاسمی لکھتے ہیں:

’’(ابرہہ اور اس کا لشکر) جو خانہ کعبہ کی تخریب کاری کے لیے نکلا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے بری طرح ناکام و نامراد بنا دیا۔‘‘ (تفسیر القاسمی)

﴿وَّ اَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ﴾ اور اس نے ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے۔

وَّ اَرۡسَلَ اور بھیجے، ماضی واحد مذکر غائب (اَرۡسَلَ، یُرۡسِلُ، اِرۡسَالًا) بھیجنا، ارسال کرنا اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے، عَلَیۡھِمۡ (عَلٰی.ھِمۡ) اوپر، ان کے ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب 'اصحاب الفیل' کی طرف جاتی ہے، طَیۡرًا پرندے، اَبَابِیۡلَ غول کے غول، جھنڈ کے جھنڈ، یہ لفظ کثرت بتانے کے لیے آتا ہے اور جمع استعمال ہوتا ہے، اس کا مفرد نہیں آتا۔ (القاموس الوحید)

الاستاذ محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا لشکر پرندوں میں سے مسلط کر دیا جو جھنڈ کے جھنڈ ان پر آتے اور پے در پے انہیں ہر طرف سے گھیر لیتے۔'' (صفوۃ التفاسیر)

﴿تَرۡمِیۡھِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ﴾ جو ان پر (نوکدار) کنکریاں برساتے تھے۔

تَرۡمِیۡھِمۡ (وہ پرندے) پھینکتے تھے ان پر، مارتے تھے ان پر فعل مضارع (رَمٰی، یَرۡمِیۡ، رِمَاءً) پھینکنا، مارنا، ھِمۡ ضمیر جمع مذکر غائب اصحاب الفیل کی طرف جاتی ہے، بِحِجَارَۃٍ (بِ. حِجَارَۃٍ) ساتھ، پتھروں (کے)، مِنۡ سِجِّیۡلٍ نوکیلے، السِّجِّیۡلِ، کنکر، سخت مٹی۔ (القاموس الوحید)

﴿فَجَعَلَھُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ﴾ پس اللہ نے انہیں کھائے ہوئے بھس کی مانند بنا دیا۔

فَجَعَلَھُمۡ (فَ. جَعَلَ. ھُمۡ) پس، کر دیا، انہیں، ف عاطفہ، سلسلہ کلام کے لیے، جَعَلَ، بنایا، کر دیا فعل ماضی واحد مذکر غائب (جَعَلَ، یَجۡعَلُ، جَعۡلًا) بنانا، کرنا، ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب اصحاب الفیل کی طرف جاتی ہے، کَعَصۡفٍ (کَ. عَصۡفٍ) مانند، بھوسے (کے)، اناج کے پودوں کی سوکھی پتیاں جن کے دانے مویشی چر گئے ہوں یا انسان نے نکال لیے ہوں، مَّاۡکُوۡلٍ کھائے ہوئے، اسم مفعول (اَکَلَ، یَاۡکُلُ، اَکۡلًا) کھانا، مأکولات، کھانے کی چیزیں۔

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

عَصۡفٌ کے معنی ہیں درختوں کے خشک پتے، اس کی صفت مأکولٌ بیان کی گئی ہے جس کے معنی ہیں کھایا ہوا، ریزہ ریزہ، حشرات الارض ان خشک پتوں کو کھا کر ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں یا حیوانات انہیں

کھاتے ہیں تو چبا کے باریک کردیتے ہیں۔ یہ جھنڈ کے جھنڈ پرندوں کے برسائے ہوئے پتھروں کے اثر سے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کی حسی تصویر ہے۔(فی ظلال القرآن)

یہ چھوٹی سی سورۃ مبارکہ اپنے اندر حقائق ومعارف کا بحر بے کراں لیے ہوئے ہے۔ سید قطب شہید نے اس کے ذیل میں بڑی معرفت کی باتیں پیش کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

آیاتِ مبارکہ کی حکمت وبصیرت:

۱) پہلی بات جو واضح ہوتی ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہ چاہا کہ اپنے گھر کی حفاظت کے معاملے کو کلیۃً مشرکین کے حوالے کردے اگرچہ وہ اس گھر کے ذریعہ عزت وافتخار پاتے، اس کی حفاظت کرتے اور اس کے باعث حفظ وامان پاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنے گھر کی حفاظت کرے اور اس کے لیے اپنی حمایت وغیرت کو علی الاعلان ظاہر کرے تو اس نے مشرکین کو تو حملہ آور قوت کے سامنے شکست خوردہ حالت میں بے یارو مددگار چھوڑ دیا اور پھر قدرت الٰہی نے کھلم کھلا اس معاملہ میں مداخلت کی تاکہ وہ خود اپنے مقدس ومحترم گھر کی حفاظت کرے، مشرکین کا اس سلسلے میں کوئی ہاتھ نہ ہو اور حمیتِ جاہلیت کے ساتھ اس گھر کی حفاظت ان کا کوئی کارنامہ قرار نہ پاسکے......اس پہلو کو سامنے رکھیے تو یہ بات قوی، راجح اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ حملہ آوروں کی ہلاکت معروف سنت الٰہی کے تحت نہیں خارقِ عادت طریقہ پر ہوئی۔(یعنی معجزانہ اور حیرت انگیز طریق سے ہوئی)

۲) اللہ کے محترم گھر کی حفاظت کے سلسلے میں قدرتِ الٰہی کی اس کھلی مداخلت کا تقاضا یہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد قریش اور عرب کے لوگ اللہ کے دین کو قبول کرنے میں پیش قدمی اور ایک دوسرے سے سبقت کرتے اور خانہ کعبہ کی تولیت، اس پر ان کی مفاخرت اور بت پرستی کا نظام جو انہوں نے خانہ کعبہ کے گرد قائم کر رکھا تھا، یہ چیزیں ان کے اسلام لانے میں مانع نہ ہوتیں۔ اس واقعہ کی اس انداز میں یاد دہانی دراصل ان پر شدید تنقید ہے اور ان کے مخالفانہ رویہ پر تعجب وحیرت کا اظہار بھی!

۳) اس واقعہ سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب......ابرہہ اور اس کے لشکر کو

موقع نہیں دیا کہ وہ اس کے محترم گھر کو منہدم کر دیں یا اس مقدس سرزمین پر قبضہ جما لیں حالانکہ شرک اس گھر کو ناپاک کر رہا تھا اور مشرکین اس کے متولی ومجاور بنے ہوئے تھے، یہ اِس لیے کہ یہ گھر اربابِ اقتدار کے تسلط سے آزاد اور سازشیں کرنے والوں کے کید ومکر سے محفوظ رہے اور اس سر زمین کی آزادی برقرار رہے اور ایک نیا عقیدہ پوری آزادی کے ساتھ اس میں پروان چڑھ سکے جس پر نہ کسی فرمانروا کا کنٹرول ہو اور نہ اس کے خلاف کسی جابر ومستبد کا جبر واستبداد! اور کوئی اقتدار اس دین پر کنٹرول نہ کر سکے جو تمام ادیان اور پوری نوع انسانی پر کنٹرول کرنے آیا تھا...... جو اس لیے آیا تھا کہ نوع انسانی کی قیادت کرے، نہ اس لیے کہ کوئی اس کا قائد ورہنما بنے، اللہ نے اپنے گھر اور اپنے دین کے لیے یہ انتظام کیا قبل اس کے کسی کے علم میں یہ بات آئے کہ اس دین کا نبی اس سال پیدا ہوا ہے۔

۴) اصحاب الفیل کے واقعہ سے واضح ہونے والی اس حقیقت کے پیش نظر آج ہم مقدس مقامات کے سلسلے میں عالمی صلیبی اور عالمی صہیونی طاقتوں کے حرص وطمع اور مکر وفریب کی ناپاک تدبیروں کے جنہیں ہم بخوبی جانتے ہیں...... علی الرغم محسوس کرتے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ وہ اپنی ناپاک حرص و آز کی تکمیل کے لیے مخفی اور کمینہ تدابیر اختیار کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے، مگر جس رب نے اپنے گھر کو اہل کتاب کے تسلط سے اس وقت بچایا جبکہ اس کے متولی ومجاور مشرکین تھے، وہ ان شاء اللہ اب بھی اس گھر کی اور اپنے رسول کے شہر مدینہ کی حفاظت فرمائے گا اور سازشیں کرنے والوں کی سازشوں اور کید ومکر کرنے والوں کے کید ومکر کو ناکام بنا دے گا۔

۵) یہ حقیقت بھی ہمارے سامنے آتی ہے کہ اہل عرب کا زمین میں کوئی کردار اور اسلام سے پہلے ان کا کوئی قابل ذکر وجود نہ تھا، وہ یمن، ایران یا حبشہ کے زیرنگین تھے، یہاں ان کی حکومت کبھی قائم ہوتی تو ایران کی زیرحمایت اور سرپرستی میں قائم ہوتی، شمال میں شام براہ راست رومی حکومت کے تحت تھا یا وہاں کبھی عربی حکومت وجود میں آتی تو وہ صرف رومی اقتدار کے تحت، اجنبی اقتدار کے تسلط سے جزیرۃ العرب کا صرف درمیانی حصہ بچا ہوا تھا لیکن وہ بدویت اور شدید انتشار وافتراق کی حالت میں تھا اور عالمی قوتوں کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہ تھی، عرب قبائل میں چالیس

چالیس برس تک جنگیں بر پا رہتی تھیں مگر وہ پڑوسی طاقتور حکومتوں کی نظر میں کوئی وزن نہ رکھتے تھے۔ عام الفیل میں ان کی بے چارگی اور ناطاقتی کا جو مظاہرہ ہوا وہ کسی اجنبی طاقت کے حملہ کی صورت میں ان کی قوت کو جاننے کا صحیح پیمانہ تھا۔

٦) عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ عربوں کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے ایک عالمی کردار ادا کرنے کا موقع ملا، انہیں ایسی قوت حاصل ہوئی جس کا وزن محسوس کیا جانے لگا......اس قوت کے سیلاب میں ملک کے ملک بہہ گئے اور حکومتوں کے تخت الٹ گئے، انہوں نے جاہلیت کی جھوٹی اور گمراہ کن قیادتوں کو میدان سے ہٹا کر نوع انسانی کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اہل عرب کو تاریخ میں پہلی بار یہ موقع اس لیے ملا کہ وہ بھول گئے تھے کہ وہ عرب ہیں، وہ قومیت کے نعرے اور نسلی عصبیت کو فراموش کر چکے تھے، انہیں صرف یہ یاد رہا تھا کہ وہ مسلمان ہیں اور صرف مسلمان، انہوں نے اسلام کا اور صرف اسلام کا جھنڈا بلند کیا تھا، وہ ایک عظیم اور طاقتور عقیدے کے حامل تھے۔ نوع انسانی کے سامنے اسے ان کے لیے رحمت اور اللہ کے عظیم احسان کی صورت میں پیش کر رہے تھے، وہ قومیت، وطنیت اور نسلی وقومی برتری وعصبیت کے حامل نہ تھے، وہ ایک آسمانی فکر کے علمبردار تھے جس کے علم کو وہ لوگوں میں عام کر رہے تھے۔ ان کے پاس کوئی زمینی مسلک ومذہب نہ تھا جس کے آگے وہ لوگوں کی گردنیں جھکاتے ہوں، وہ صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنے ملک سے نکلے، وہ اس لیے نہیں نکلے کہ عربوں کی بادشاہت کو زمین پر قائم کریں اور اس کے سائے میں عیش وتنعم کی زندگی گزاریں اور اس کے سہارے دنیا میں اپنی بڑائی کا بول بالا کریں اور اپنی ناک اونچی رکھیں اور انسانوں کو رومی وایرانی اقتدار کے شکنجہ سے نکال کر اہل عرب کے اقتدار کو ان پر مسلط کر دیں، نہیں نہیں، وہ صرف اس لیے اٹھے تھے کہ انسانوں کو تمام بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہ کی بندگی کے دائرے میں لے آئیں جیسا کہ مسلمانوں کے قاصد ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے یزدگرد......شاہ ایران، کے دربار میں واضح کیا تھا۔

"اللہ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے کہ ہم انسانوں کو بندوں کی بندگی وغلامی سے نکال کر اللہ واحد کی بندگی وغلامی اور دنیا کے تنگ دائرے سے نکال کر آخرت کی وسیع ترین زندگی اور مختلف مذاہب و

مسالک کے ظلم وجور سے نجات دلا کر اسلام کے عدل وانصاف کے دائرے میں لے آئیں۔''

۷) اس زمانے میں اہل عرب کا وجود تھا، وہ ایک قوت تھے، اہل عالم کی قیادت ان کے ہاتھ میں تھی، لیکن یہ سب کچھ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تھا اور اس کی راہ میں تھا، یہی اُن کی قوت تھی اور جب تک وہ اس راہ راست پر پوری طرح ثابت قدم رہے، وہ دنیا کے قائد بنے رہے، لیکن جب وہ اس راستے سے بھٹک گئے، انہیں اپنی نسلی قومیت اور قومی عصبیت یاد آگئی اور نسلی وقومی برتری کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے انہوں نے اللہ کے جھنڈے کو چھوڑ دیا، تو زمین نے انہیں اٹھا کر پھینک دیا اور قوموں نے انہیں پیروں تلے روند ڈالا، انہوں نے اللہ کو چھوڑا تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا، انہوں نے اللہ کو فراموش کیا تو اللہ نے انہیں فراموش کر دیا۔

عرب اسلام کے بغیر کیا ہیں؟ اسلامی فکر سے خالی ہو جانے پر انہوں نے نوع انسانی کے سامنے کونسا فکر پیش کیا یا کر سکتے ہیں؟ اس قوم کی کوئی قدر و قیمت نہیں جو نوع انسانی کو کوئی فکر اور کوئی نظریۂ حیات نہ دے سکے، تاریخ کے کسی بھی دور میں جس قوم نے نوع انسانی کی قیادت کی وہ کسی نہ کسی نظریۂ حیات کی ضرور نمائندگی کرتی تھی، جو قومیں کسی فکر اور کسی نظریہ حیات کی نمائندہ وعلم بردار نہ تھیں مثلاً تاتاری جنہوں نے مشرق روند ڈالا یا بربری قوم جس نے مغرب میں رومی سلطنت کا صفایا کر دیا، وہ طویل زندگی نہ پاسکیں اور جن قوموں کو فتح کیا تھا انہیں میں جذب ہو گئیں...... اہل عرب جس واحد عقیدے کو نوع انسانی کے سامنے پیش کرتے تھے وہ اسلامی عقیدہ ہی تھا۔ اسی عقیدے نے انہیں وہ رفعت وسر بلندی بخشی کہ وہ دنیا کے قائد وامام بن گئے، اسی سے دور ہو جانے کے بعد نہ ان کا زمین میں کوئی کام ہے اور نہ انسانی تاریخ میں کوئی رول...... یہ وہ اہم حقیقت ہے جسے اہل عرب کو اچھی طرح یاد کرنا اور یاد رکھنا ضروری ہے اگر وہ زندگی، قوت اور عالمی قیادت کے طلبگار ہوں...... اللہ ہی گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لانے والا ہے۔'' [فی ظلال القرآن]

اب بھی اگر عالم اسلام کے مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے اپنی عسکری قوت کو مضبوط اور توانا بنالیں تو اللہ کی نصرت ان کے ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ایمان اور عمل کو اپنا زادِ راہ بنائیں۔

................o................